

مجاہد کبیر سید احمد شہیدؒ کے جہاد کا ایک درخشندہ باب

ہمارے اسلاف
اپنے کردار کے آئینہ میں

اکوڑہ کی جنگ

از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

صبح کو اکوڑہ کا رئیس امیر خاں خٹک ملاقات کے لئے آیا اور شرفِ بیعت سے مشرف ہوا اور عرض کی ”میرا بھتیجا فیروز خاں کا بیٹا خواص خاں میرا مخالف ہو گیا ہے۔ اس نے بدھ سنگھ کو اکوڑہ بلایا ہے۔ اگر وہ سکھ سردار اکوڑہ سے مل کر دریا ئے لُنڈے کے درے اُترا تو تمام ملک ہمسہ کو تابع کر دے گا۔ مناسب یہ ہے کہ آپ یہاں سے کوچ کریں اور اس کو وہیں روکیں۔“

دوسرے روز آپ وہاں سے کوچ کر کے موضع خوشیگی میں رونق افروز ہوئے۔ نمازِ مغرب کے بعد میاں عبداللہ نے اکوڑہ عرض کیا: ”یہ بستی چھوٹی ہے۔ یہاں کھانے کی جنس کم ملتی ہے۔ اور شکر میں لوگ بہت ہیں۔“ آپ نے اس وقت تمام حاضرین سے فرمایا: ”ہم دعا کرتے ہیں تم سب مل کر آمین کہو۔“ پھر آپ سر بر منہ دعائیں مشغول ہوئے۔ لوگ آمین کہتے تھے۔ جب دعا سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ بھائیو! ہر شخص اس وقت سے عشا کی اذان تک لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھے۔ سب نے ویسا ہی کیا۔ اذانِ عشا کے بعد ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ آٹے کی کشتی دریا کے کنارے موجود ہے۔ اپنے لوگوں کو بھیج کر منگالیں۔ آپ نے یہ سن کر میاں عبداللہ سے کہا کہ تم کچھ لوگوں کو لے کر جاؤ اور وہاں سے آٹا لاؤ اور یہاں لا کر ہاجم پر جمع کر دو۔ عبداللہ تو اس طرف آٹا لینے کو گئے اور آپ نے دھڑک کر کے لوگوں کو نمازِ عشا پڑھائی، جب لوگ وہاں سے آٹا لائے، یہاں شکر میں ایک ہاجم پر جمع کر دیا۔ میاں عبداللہ نے اگر اطلاع کی کہ سب آٹا وہاں سے آگیا۔ آپ نے پوچھا کس قدر ہوگا؟ کہا: پندرہ من کے قریب ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک ہم وہاں نہ آئیں، آٹا تقسیم نہ ہو۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ اس میں سے تھوڑا آٹا اٹھا لیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و رزاقی اور اپنی مفلسی و محتاجی کا دیر تک بیان کرتے

رہے۔ پھر وہ آٹا بسم اللہ کر کے اسی انبار میں ڈال دیا۔ اور باجم کے دونوں کونے ٹوڑا دے اور فرمایا کہ دو روزہ سب کو تقسیم کر دو۔ اس وقت لشکر میں پندرہ سو کے قریب لوگوں کی جمعیت تھی۔ کچھ کم پانچ سو ہندوستانی اور کچھ اوپر دو سو قندھاری اور کوئی آٹھ سو کے قریب ملکی لوگ ہوں گے۔ شیخ باقر علی صاحب آٹا تقسیم کرنے لگے۔ جو ہندوستانی اور قندھاری تھے ان سب کو دو روزہ دیا۔ اور جو لوگ وہیں نزدیک کے رہنے والے تھے، اپنے اپنے گھروں سے اکثر کھا کر آئے تھے۔ اور جو اپنے گھروں سے کھا کر نہیں آئے تھے، ان میں سے جس نے مانگا، اس کو بھی دیا۔ جب سب کو تقسیم کر چکے تو کچھ آٹا بچ رہا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ آٹا ہمارے باورچی خانے کے مفتظم شیخ قادر بخش کے حوالے کر دو۔ اسی وقت لوگوں نے اپنی اپنی جماعت میں روٹیاں پکائیں اور کھا کر اپنے عہدے پر قائم رہے۔

لشکر میں ابتداء سے چار جماعتیں تھیں۔ اور چار جماعت دار تھے۔ ایک جماعت خاص مشہور تھی اور اس میں سید صاحب بنفس نفیس تھے۔ وہ جماعت مولوی محمد یوسف صاحب کی تھی۔ وہ ہمیشہ کوچ اور مقام میں راہنی جانب کو ہوتی تھی۔ دوسری جماعت مولانا محمد اسماعیل صاحب کی تھی۔ وہ کوچ اور مقام میں آگے ہوتی تھی تیسری جماعت سید محمد یعقوب صاحب کی تھی۔ اس جماعت میں ان کے نائب شیخ بڈمن تھے۔ سید محمد یعقوب صاحب ٹونگ میں تھے۔ یہ جماعت کوچ اور مقام کے وقت بائیں طرف رہتی تھی۔ چوتھی جماعت اللہ بخش خاں کی تھی، وہ پیچھے رہتی تھی۔ متفرق اشخاص بیچ میں ہوتے تھے۔ سید صاحب کا خیمہ خاص جماعت کے قریب نصف کیا جاتا تھا۔

اسی نظم و انتظام کے ساتھ آپ نے موضع خولنگی سے کوچ کر کے ۱۸ جمادی الاول ۱۲۷۲ھ (۱۸ دسمبر ۱۸۵۶ء) کو نو شہرے میں قیام کیا۔ آپ نے حکومت لاہور کو شرعی دستور کے مطابق اس مضمون کا اعلام نامہ تحریر فرمایا تھا :

(۱) یا تو اسلام قبول کر لو۔ (اس وقت ہمارے بھائی اور ہمارے مساوی ہو جاؤ گے، لیکن اس میں کوئی حیر نہیں۔)

(۲) یا ہماری اطاعت اختیار کر کے بزیہ دینا قبول کر دو۔ اس وقت ہم اپنے جان و مال کی طرح تمہارے جان و مال کی حفاظت کریں گے۔

(۳) آخری بات یہ ہے کہ اگر تم کو دونوں باتوں میں سے کوئی بھی منظور نہیں، تو لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ، مگر یاد رکھو کہ سارا یاغستان اور ملک ہندوستان ہمارے ساتھ ہے۔ اور تم کو شراب کی محبت اتنی نہ ہوگی، جتنی ہم کو شہادت کی ہے۔

ایک منبر نے آکر خبر دی کہ بدھ سنگھ لشکر کے ساتھ اکڑے میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ خبردار کوئی شخص کمزور نہ کھوے، ہوشیاری سے تیار رہیں اور جس کو کھانا پکانا ہو، دن ہی کو پکا کر کھا لے۔

اس وقت تک مجاہدین کو سکھوں سے جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی۔ جنگی مصلحتوں کا تقاضا تھا۔ کہ پہلا معرکہ کامیاب ہو اور دشمن پر مجاہدین کی جانبازی کا نقش قائم ہو جائے۔ حریف کی تعداد سات ہزار بیان کی جاتی تھی۔ اس کے مقابلے میں جن مجاہدین پر اعتماد کیا جاسکتا تھا، وہ صرف پانچ سو ہندوستانی اور دو سو قندھاری تھے۔ ملکوں کی شجاعت اور میدان جنگ میں ثابت قدمی کا بھی تک کوئی تجربہ نہ تھا۔ دراصل ابھی مجاہدین کی تعداد واستعداد اس درجے کو نہیں پہنچی تھی کہ اتنے کثیر التعداد دشمن سے میدان کی جنگ لڑی جائے۔ اس تمام نشیب و فراز کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا گیا کہ پہلا معرکہ شجوں کی صورت میں ہو تاکہ اصل اور مرکزی طاقت کو محفوظ رکھتے ہوئے دشمن پر ضرب لگائی جائے اور اس کو ہراس زدہ کر دیا جائے۔

نمازِ ظہر کے بعد آپ نے اپنے خاص خاص لوگوں سے کچھ مشورہ کیا اور چاروں جماعت والوں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی جماعت سے اچھے اچھے چُسٹ وچالاک جوانوں کے نام ایک ایک فرد پر لکھ کر لائیں اور ان میں سے جس کے پاس اچھے درست ہتھیار نہ ہوں دوسرے بھائیوں سے بدل لیں۔ وہ چاروں جماعت دارناموں کی فردے کر آئے اور آپ کے حوالے کی۔ آپ نے اس فرد کو دیکھ کر چند نام اُن میں سے نکال دئے۔ اور اُن کی جگہ دوسروں کو درج کیا۔ وہ لوگ اکثر اکوڑ میں تھے۔ اُن میں عبدالحمید خاں جہاں آبادی رائے بریلی والے بھی تھے۔ اُن کو بخارا آتا تھا۔ سید صاحب نے اسی سبب سے اُن کا نام نہیں رکھا۔ یہ خبر سن کر وہ اسی بخار کی حالت میں بستر سے اٹھ کر آئے۔ اور آپ سے پوچھا کہ آپ نے میرا نام فرد میں کیوں داخل نہیں کیا۔ آپ نے انکی تسلی کی اور فرمایا کہ تم کو بخار آتا ہے، اس لئے ہم نے تمہارا نام نہیں لکھایا۔ انہوں نے کہا: حضرت آج کافروں سے پہلا مقابلہ ہے۔ گویا آج سے جہاد فی سبیل اللہ کی بنا قائم ہوتی ہے۔ میں ایسا سخت بیمار نہیں ہوں کہ جانہ سکوں۔ میرا نام آپ مجاہدین میں ضرور داخل فرمائیں۔

آپ نے ان کا نام بھی فرد میں لکھایا اور کہا: "بارک اللہ وجزاک اللہ۔ اللہ تعالیٰ تم کو دین کی کوشش کی زیادہ توفیق عنایت کرے۔"

۲۰ جمادی الاول ۱۲۴۲ھ کو نماز مغرب کے بعد آپ نے اللہ بخش خاں صاحب جماعت دار

کو بلایا اور لڑائی کے چند قانون جو آپ نے اس وقت مناسب جانے، ان کو تعلیم فرمائے اور کہا: ”ہم نے تم کو اس چھاپے کی جماعت کا امیر کیا۔ تم اس وقت کچھ لوگ لے کر دریا کے پار اس کنارے پر ٹھہرو۔ جب اور لوگ یہاں سے جا کر تمہارے پاس جمع ہوں، تب سب صاحبوں سے کہہ دینا کہ گیارہ گیارہ بار سورۃ لا ینحب پڑھ لیں۔ پھر وہاں سے کوچ کرنا۔ اللہ تعالیٰ مدد کرے گا۔“

خان محمود چند آدمی ساتھ لیکر کشتی پر سوار ہو کر دریا کے پار گئے۔ اور وہاں ٹھہر کر باقی لوگوں کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں شکریہ میں سید صاحب نے نماز عشاء کے بعد جن کے نام فرد میں تھے ان کو بلایا اور فرمایا: ”بھائیو! یہاں سے وہ مکان جہاں جانا ہوگا، چھ سات کوں ہے۔ جس کو اتنی دور جانے اور پھر آنے کی بخوبی طاقت ہو وہ تو جائے، نہیں تو نہ جائے۔ اور جس کو بیماری وغیرہ کا کچھ اور عذر ہو۔ وہ بھی بیان کر دے۔ ہم اُس کے عوض کسی اور کو بھیجیں۔“ وہ تو سب جانے ہی کی نیت سے آئے تھے۔ اور ہر کسی کو یہی اشتیاق تھا کہ ہم جائیں، اگرچہ کچھ عذر بھی تھا، مگر جب آپ نے اپنی زبان سے یوں فرمایا، تب ان میں سے دو چار آدمیوں نے اپنی اپنی نااطاعتی وغیرہ کا عذر معقول بیان کیا۔ آپ نے ان کے عوض دوسروں کو شامل کر دیا۔

پھر آپ ہندوستانی قندھاری اور ملکی لوگوں میں سے تقریباً نو سو آدمیوں کو لے کر دریا کے کنارے تشریف لے گئے۔ آدمیوں کی تفصیل یہ ہے کہ ایک سو پچھتیس^{۱۳۶} یا کچھ کم و بیش ہندوستانی تھے۔ اور انہی کے قریب قندھاری تھے اور باقی ملکی لوگ تھے۔

اس عرصے میں اللہ بخش خاں صاحب بھی چند آدمیوں کے ہمراہ کشتی پر سوار ہو کر آپ سے ملنے اور رخصت ہونے کو اُس پار اتر آئے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ ہم جناب الہی میں دعا کرتے ہیں، تم سب مل کر آمین کہو۔ پھر آپ سرکھول کر دعا میں مشغول ہوئے کہ ”اے پروردگار، قادر بے نیاز اور اے کریم کارساز، بندہ نواز، یہ تیرے بندے محض عاجز و خاکسار، ضعیف و ناچار ہیں۔ تیری ہی مدد کے امیدوار ہیں۔ تیرے سوا ان کا کوئی حامي و مددگار نہیں۔ یہ صرف تیری ہی رضا مندی اور خوشنودی کو جانتے ہیں۔ تو ہی ان کی مدد کر۔“ اسی طرح کے الفاظ اپنی زبان مبارک سے دیر تک فرماتے رہے۔

دعا کے بعد سب لوگ آپس میں ملے اور ایک دوسرے سے اپنا کہا سنا، معاف کر لیا اور کہا:

اگر اللہ تعالیٰ زندہ سلامت لائے گا تو پھر ہم تم ملیں گے اور جو وہاں شہید ہو گئے تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ ہماری ملاقات جنت میں ہوگی

پھر ہر شخص سید صاحب سے دست بوس ہو کر کشتی پر سوار ہوا۔ اس وقت وہاں تین کشتیاں تھیں۔ تین تین پھیروں میں سب لوگ پار اتر گئے۔ اور سورۃ لایلف گیادہ گیارہ بار پڑھ کر اکوڑے کی طرف روانہ ہوئے۔

یہ سب مجاہدین جاتے جاتے فوج مخالفین کے درے پاؤ کو س کے فاصلے پر ایک ناسے پر ٹھہرے۔ وہاں امیر جماعت اللہ بخش خاں صاحب سے مولوی امیر الدین صاحب ولایتی نے مشورۃ کہا "یہ ملکی لوگ جو ہمارے ساتھ ہیں۔ اگر ان کو آگے کریں تو ہمیں ان پر بھروسہ نہیں۔ شاید وقت پر طرح دے جائیں۔ اور اگر اپنے لوگوں کو آگے کریں، تو وہ یہاں کے راہ گھات سے ناواقف ہیں۔ کیا تدبیر کرنی چاہئے؟ پھر آخر کو یہ صلاح ٹھہری کہ خدا پر توکل کر کے اپنے ہی لوگوں کو آگے کیا جائے۔ مگر ملکی لوگوں میں سے ایک شخص کو جو وہاں کے حال سے واقف تھا۔ آگے بھیجا۔ کہ جا کر لشکر مخالف کی خبر لائے کہ کس طرف لشکر کے لوگ غافل ہیں۔ اور کس طرف ہوشیار۔

سکھوں کے لشکر کا معمول تھا کہ جہاں کہیں اترتے، لشکر کے گرد خاردار درخت کاٹ کر سنگ بنا لیتے تھے۔ کہ یکایک کسی غنیم کی فوج نہ آ پڑے۔ کچھ دیر میں وہ آدمی وہاں کی خبر لایا اور کہا کہ غلاں طرف لوگ غافل ہیں۔ اور لوگوں کو بے جا کر ان کے سنگ کے قریب کھڑا کر دیا۔

اس وقت لشکر کفار میں گھریالی نے تین پہر پہ تین گھریاں بجائیں۔ ادھر سے آواز بلند اللہ اکبر، اللہ اکبر کہہ کر سب مجاہدین سکھوں کی فوج میں گھس گئے۔ اس عرصے میں ادھر کے ایک پہرے والے نے بندوق چلائی۔ قضاے الہی سے وہ گونی شیخ باقر علی صاحب کے لگی۔ وہ اسی جگہ بیٹھ گئے۔ اور کہا "کوئی بھائی میرے پاس کے ہتھیار لے۔ یہ اللہ کا مال ہے۔ میرا کام تو ہو گیا۔ مگر ارمان دل میں باقی رہا۔ مجاہدین میں جو لوگ دلاور و جرات و کاہ آزمودہ تھے، وہ دس دس پانچ پانچ سکھوں کے ہر خیمے کی طرف بھگے اور ان کی طنابیں کاٹ کاٹ کر گرانے لگے۔ اور نو تعلیم مجاہدین سے کہا کہ تم ان خیموں کے آدمیوں کی خبر لیتے جاؤ۔ یہ لوگ تو ان کی مار کوٹ میں مشغول ہوئے اور ملکی لوگ تو سنے پر بھگے۔ کسی نے گھوڑی لی کسی نے ہتھیار لے۔ کسی نے کپڑے وغیرہ لے۔ اور اپنے اپنے گھروں کو چلنے لگے۔ یہاں مجاہدین میں سے کسی نے چار آدمی مارے، کسی نے دس، کسی نے زیادہ۔ عبد الحمید خاں بریلوی نے چودہ پندرہ آدمیوں کے قریب مارے۔ اس عرصے میں ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ مولوی امیر الدین صاحب دو تلواریں باندھتے تھے۔ اپنی ایک تلوار خاں صاحب کو دی۔ اس تلوار سے بھی کئی سکھ مارے۔

عبد اللہ اسم اللہ نام ایک غنیمت تھا۔ اس کے پاس سے اس نے سات یا آٹھ آدمی برہمی سے

مارے۔ اسی طرح اللہ بخش خاں اور شمشیر خاں جمعدار اور غلام رسول خاں اور غلام حیدر خاں اور شیخ ہمدانی اور علی حسن، شیخ بڈھن، شیخ رمضان، مرزا ہمالیوں بیگ اور بہت صاحبوں نے دشمن کے آدمی مارے اور جو انگریزی اور شجاعت کی داد دی۔ بَقِيَّةُ السَّيْفِ شکستِ فاش کھا کر بھاگنے لگے جس نے جس طرف موقع پایا اپنی تلوار بندوق لے کر فرار ہو گیا۔ دس دس پانچ پانچ مجاہدین ان کے ڈیروں خیموں کی طرف متفرق ہو گئے۔

اس عرصے میں چند مجاہدوں نے ان کے توپ خانے پر قبضہ کر لیا۔ اس اثنا میں توپخانے کے ایک خلاصی یا گولہ انداز نے رن ہتھاب کو آگ لگا دی۔ اور اس کی دُور کھینچ کر اُسے بلند کیا۔ اور آپ وہاں سے ایک طرف بھاگ گیا۔ اُس وقت روشنی سے گویا تمام شکرے میں دن ہو گیا۔ اُس وقت تک مجاہدین میں گنتی کے کوئی دس پندرہ آدمی زخمی اور شہید ہوئے ہوں گے۔ خود بدھ سنگھ اس رات اکوڑہ میں تھا لشکر میں فقط اس کا خیمہ کھڑا تھا۔ ایک طرف لشکر کے باہر ان بھاگتے ہوئے سکھوں نے ایک پھوٹا سا نقارہ بجایا اور اس روشنی میں دیکھا کہ مجاہدین تھوڑے ہیں۔ کہیں کہیں دس دس پانچ پانچ نظر آتے ہیں۔ وہ بندوقیں لیکر یکبارگی حملہ آور ہوئے۔ مجاہدین بھی جا بجا سے سمت کر ایک جانب ہو گئے۔ اور دونوں طرف سے بندوقیں چلنے لگیں۔ مجاہدین کی طرف سے کسی نے آواز دی کہ اب یہاں سے نکل چلو۔ لوگوں نے نکلنے کا ارادہ کیا۔ فتح علی عظیم آبادی کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے دیکھا کہ اللہ بخش خاں جو ہمارے امیر تھے چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ نئے باہر نکلنے کے ارادے سے چلے آتے ہیں۔ اور ان کے پیچھے سکھ بڑے بڑے آتے ہیں۔ اس وقت شیخ ہمدانی اور علی حسن قواعد کے ساتھ بھرماری کی بندوقیں چلا رہے تھے۔ اس وقت ہماری طرف ایک ایک دو دو شہید اور زخمی ہونے لگے۔ چنانچہ سید رستم علی صاحب بھی اسی جگہ زخمی ہوئے۔ اس عرصے میں اللہ بخش خاں امیر شیخ ہمدانی اور علی حسن کے برابر پہنچے کہ شکرے سے باہر نکلیں۔ تب انہوں نے آواز دی: اللہ بخش خاں صاحب تم کو تو حضرت نے سردار کر کے بھیجا تھا۔ اب تم اس وقت کفار کے مقابلے سے نکلے جاتے ہو؟ یہ بات سن کر اللہ بخش خاں صاحب اپنے ہمراہیوں کو رے کر کافروں کے مقابلے کو چلے۔ ان کو دیکھ کر اور لوگ بھی پھرے اور ان میں شریک ہو گئے۔ سب ملا کر کوئی پچاس ساٹھ غازی ہوں گے۔ وہ بندوقیں چلانے لگے۔ جب سکھ اور نزدیک آ گئے، تب قراہیں اور شیر بچے سر کرنے لگے۔ پھر آخر کو تلواروں کی نوبت آئی، یہاں تک کہ تلواروں کے مارے ان کا بڑھتا دیا۔ اللہ بخش خاں صاحب اور ان کے اکثر ہمراہی اس ہلے میں شہید ہو گئے اور بہت غازی زخمی بھی ہوئے۔

یہ حال دیکھ کر اکثر لوگوں نے ہوائی فوج بھیج دی تھی۔ وہ قتل کیا کہیں بھیجے جا رہے ہیں۔ تب

اکبر خاں صاحب نے جو بڑے دلدار اور جہاں دیدہ آدمی تھے، لوگوں کو روکا اور کہا: ”بھائیو! کیا آج ہی لڑنا ہے؟“ اب یہاں سے چلو۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر کافروں کو ماریں گے۔“ اور سب کو سمجھا کر پھیر لائے۔ اس وقت صبح صادقِ ثوبِ نمودار ہو گئی تھی۔ وہاں سے دریا بہت ہی نزدیک تھا۔ کوئی کوئی لوگ جو آگے نکل گئے تھے ان میں سے کسی نے ہمارے دریا پر اذان کہی جس سے پیچھے والوں کو معلوم ہوا کہ ہمارے کچھ لوگ آگے پہنچ گئے۔

پھر لوگوں نے سنگر سے نکل کر انتظام کے ساتھ راستہ لیا۔ اور مخالفین میں سے کسی نے اُن کا تعاقب نہیں کیا۔ وہاں سے کوس بھر پر تیمم کے نماز فجر پڑھی۔ نماز کے بعد وہاں سے چلے اور اسی گھاٹ پر آئے جہاں سے اترے تھے۔ سید صاحب بہت سے لوگوں کے ساتھ دریا پر کھڑے تھے۔ آپ نے کچھ لوگوں کو مجاہدین کی تقویت کے لئے بھیجا کہ ایسا نہ ہو سکھوں نے تعاقب کیا ہو۔ یہ لوگ باقی ہمراہیوں کے انتظار میں عسکر تک اسی پار رہے۔ جب پیچھے کے اکثر لوگ دو دو پار پار کر کے آگئے، تب سب کشتی پر سوار ہو کر اترے اور پہرے لگائے۔ ان کے اکثر لوگ دیامین اتر کر لشکر میں داخل ہوئے اور سید صاحب سے مصافحہ کیا۔ اور ملاقات کی۔ آپ نے شہداء کے لئے دعائے مغفرت کی۔ لوگ ایک ایک دو دو کر کے صبح تک آتے رہے۔ زخمیوں کا معالجہ اور مرہم پٹی ہوئی۔ ڈیرے ڈیرے، جہاں سے لوگ گئے تھے۔ اُن کا شمار کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ ہندوستانیوں سے کوئی پھتیس آدمی شہید ہوئے اور قندھاریوں سے کوئی چالیس پنیا لیس اور دونوں میں سے کل تیس چالیس آدمی زخمی ہوئے۔ سکھوں کے سات سو آدمی مارے گئے۔ یہ واقعہ ۲۰ جمادی الاول ۱۲۳۲ھ (بمطابق ۲۰ دسمبر ۱۸۱۲ء) چار شنبہ اور پنج شنبہ کی درمیانی شب کا ہے۔ اس جنگ کے شہداء کے نام مع اُن کی وطنیت کے لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو کہ ان کی سعادت اور شوقِ شہادت اُن کو کہاں کہاں سے کھینچ کر لایا تھا۔

- ۱۔ شیخ باقر علی عظیم آبادی۔ ۲۔ اللہ بخش خاں مورانی (ضلع اناؤ) امیر سرریہ۔ ۳۔ عبد المجید خاں جہاں آبادی رائے بریلی، ۴۔ شمشیر خاں جھوڑا مورانی (ضلع اناؤ) ۵۔ شیخ بڑھن۔ ۶۔ شیخ رمضان مورانی (ضلع اناؤ)۔ ۷۔ شیخ ہمدانی خالص پوری ملیح آبادی۔ (ضلع لکھنؤ) ۸۔ علی حسن گنتوی (نزد ماگیر ضلع پٹانگٹھ) ۹۔ غلام حیدر خاں خالص پوری۔ (ضلع لکھنؤ) ۱۰۔ غلام رسول خاں خالص پوری۔ ۱۱۔ خدا بخش خاں۔ (بمبئی) ۱۲۔ شادول خاں خیر آبادی۔ (اودھ) ۱۳۔ کریم بخش خاں بڑھانوی (دوبلیکھنڈ) ۱۴۔ کریم بخش مسجد فقیری (دہلی)

۱۵۔ حضرت سید صاحب علیہ الرحمۃ اس ذات کو یہ العرفان سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ اور کیا عجب کہ حضرت شہید کے انفس قدسہ اور شہداء کے مقدس خون ہی کی برکات کا شہید کہہ سکتے ہیں۔ لکڑہا آج دارالعلوم حقانہ کی شکل میں مرکز علم و عرفان بنی ہوئی ہے۔

- ۱۵۔ میاں جی احسان اللہ بڑھانوی - ۱۶۔ شیخ معظم عکدیس پوری (ضلع پرتاپ گڑھ) - ۱۷۔ دین محمد کورہرستانوی بیہڑہ (اودھ) - ۱۸۔ عباد اللہ منو (ضلع اعظم گڑھ) - ۱۹۔ قاضی طیب - ۲۰۔ امام خاں خیر آبادی - ۲۱۔ اولاد علی مادھوی - ۲۲۔ ہایوں لیک لکھنوی - ۲۳۔ امام الدین خاں رامپوری - ۲۴۔ سید محمد بہاروی (ضلع مظفرنگر) - ۲۵۔ محمد کمال خرم پوری - ۲۶۔ فہیم خاں حسین پوری (ضلع مظفرنگر) - ۲۷۔ سید عبدالرحمن ستیالی (ضلع مظفرنگر) - ۲۸۔ شیخ خندوم مسجد فتحپوری (دہلی) - ۲۹۔ غلام نبی خاں گوالیاری - ۳۰۔ عبدالرزاق دیوبندی - ۳۱۔ جوالہ خاں لکھنوی - ۳۲۔ منور خاں طبع آبادی - (اودھ) - ۳۳۔ عبد الجبار مولائی - ۳۴۔ سید عبدالرحمن سندھی - ۳۵۔ حسن خاں سندھی - ۳۶۔ اکبر خاں خالص پوری (اودھ)۔

بنا کر دند خوش رسے بخون و خاک غلطین

فدا رحمت کنایاں عاشقان پاک طینت را

مولانا اسماعیل صاحب نے سید صاحب سے کہا: ”یہاں جو واقعہ گذرا ہے۔ اس کا حال ہندوستان لکھ کر بھیجا ضروری ہے۔ اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟“ فرمایا ”بہتر ہے۔“ مولانا نے پوچھا ”جو لوگ شہید ہوئے ہیں ان سب کے نام بھی خط میں لکھے جائیں۔ یا یوں ہی محفل تذکرہ کر دیا جائے۔“ آپ نے کچھ دیر سکوت کیا۔ پھر فرمایا۔ ”یوں لکھ دیجئے کہ عنایت الہی سے ہم سب لوگ یہاں خوشحال ہیں“ مولانا نے کہا، ”حضرت میں آپ کے کلام کو اچھی طرح نہیں سمجھا۔ ذرا تفصیل فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: ”مقتل یہ ہے کہ جو لوگ یہاں زندہ موجود ہیں یہ بھی خوشحال ہیں۔ اور جو شہید ہوئے اور اپنی مراد کو پہنچے وہ ہم سب سے زیادہ خوشحال ہیں۔“

اس جنگ کا اثر مسلمانوں اور مخالفین پر خاطر خواہ ہوا۔ مسلمانوں کے دل بڑھ گئے اور حوصلے بلند ہوئے۔ دربار لاہور کی بھی آنکھیں کھلیں۔ ملکی سردار حقوق درجوق اور مبارکباد دینے لگے۔

سردار بدھ سنگھ نے اس ہریت کے بعد موضع شیدو سے جہاں وہ اکوڑے کے بعد مقیم تھا۔ پیچھے ہٹ جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن اٹک کا قلعہ دار یہ خبر سن کر مانع ہوا کہ اس وقت یہاں سے پیچھے ہٹنا مناسب نہیں ہے۔ اگر آپ یہاں سے چلے جائیں گے تو مجاہدین کا لشکر خیر آباد اور اٹک کو تباہ کر دے گا۔ یس کہ بدھ سنگھ نے موضع شیدو میں لشکر کے گرد سنگر باندھنے کا سامان جمع کیا۔ امیر خاں سے یس کہ سید صاحب نے صبح کو نوٹھرے سے کوچ فرمایا اور جو لوگ دہاں زخمی تھے۔ ان کی خدمت اور خبر گیری کے واسطے دو صاحبوں (عبدالقیوم اور سید امانت علی) کو بھیجا اور اس روز تمام لشکر کے